پختون معاشرے کے مروجہ نجی فیصلوں میں تعزیر بالمال کی عملی صورتوں کا شرعی جائزہ

A Shar'iah Analysis of Prevailed Decisions in Pecuniary Punishments in Pakhtūn Society

* جاوید خان

** ضیاء الدین

ABASTRACT

Pakhtūn society has its own justice system which has different types of penalties and remedies to maintain the justice in the society. This study concentrates to investigate the nature of pecuniary punishment's practice in distressing issues like killing, civil injuries and criminal offences. Perpetrators are punished to resolve the disputes. On one hand, this paper aims to find out answer to the methods of inflicting decisions in Pakhtūn's cult and on other hand, to shed light on the legal status of arbitration regarding resolving such issues in the light of Qur'an and Sunnah. Study results illustrate that in some cases the offenders are charged in term of money to facilitate the victims, while in other cases both of the parties, perpetrators and victims, are called upon on meal for reconciliation of their dispute. Besides this, sometimes it is observed that the offenders are not only awarded pecuniary punishment but they are exiled as well.

***Key Words**: Pakhtūn Cults, Killing, wounds, Arbitrary, reconciliation and Penalties etc.*

---

* لیکچرار، شعبہ قانون وشریعہ، جامعہ سوات، سوات۔

* لیکچرار، شعبہ قانون وشریعہ، جامعہ سوات، سوات۔

سزا کے لئے فقہی طور پر "تعزیر" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ذیل میں تعزیر کے متعلق بنیادی امور ذکر کیے جاتے ہیں۔

تعزیر کی لغوی تحقیق

تعزیر کا لغوی معنٰی ہے روکنا، دفع کرنا، حد سے کم سزا دینا[1]۔ سزا کے ذریعے بھی چونکہ انسان گناہ اور معصیت سے رُک جاتا ہے اور معاشرہ جرائم پیشہ عناصر کی دست درازیوں سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے سزا کو تعزیر کا نام دیا گیا ہے۔ تاج العروس میں تعزیر کی تعریف یوں لکھی گئی ہے:التَّعْزِيرُ لُغَةً من أَسْماءِ الأَضْداد، لأَنَّه يُطْلَقُ على التَّفْخِيمِ والتَّعْظِيمِ، وعَلى أَشدِّ الضَّرْبِ، وعَلى ضرْبٍ دُونَ الحَدِّ [2] "تعزیر لغوی طور پر متضاد معنٰی رکھنے والے اسماء میں سے ہے اس کا اطلاق اردو لفظ تفخیم و تعظیم پر بھی ہوتا ہے اور سخت مارنے پر بھی اور حد سے کم مارنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے"۔ تاہم حد سے کم مارنے کا معنٰی لغوی نہیں بلکہ شرعی ہے اس لئے کہ "حد" کی اصطلاح شرعی ہے اور اس سے کم مارنے پر تعزیر کا اطلاق بھی شرعی ہی ہے[3]۔

تعزیر کی اصطلاحی تعریف

فقہ حنفی کے مشہور عالم اور فقیہ علامہ ابن نجیم المصریؒ(م:970ھ) نے تعزیر کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:هُوَ تَأْدِيبٌ دُونَ الْحَدِّ وَأَصْلُهُ مِنْ الْعَزْرِ بِمَعْنَى الرَّدِّ وَالرَّدْعِ كَذَا فِي الْمُغْرِب [4] "تعزیر حد سے کم تادیبی سزا کو کہا جاتا ہے اور یہ عزر سے (بمعنی رد کرنا اور دفع کرنا) مشتق ہے اسی طرح مُغرب میں لکھا گیا ہے"۔

تاج العروس میں مُغرب (مشہور عربی ڈکشنری) کی تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے :وَمَا فِي المغرَبِ مَعنَاه الشَرعِيّ[5] "مُغرب میں تعزیر کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اس کا شرعی (اصطلاحی) معنٰی ہے"۔ چنانچہ ایسے جرائم جن میں شریعت کی طرف سے حد کی سزا یا کفارہ مقرر نہ ہو وہاں مرتکب جرم کو سزا دینا اور اس کی سرزنش کرنے کو تعزیر کہا جائے گا[6] لیکن تعزیر میں ضروری ہے کہ وہ سزا حد سے کم ہو اس لئے کہ سبب حد کے بغیر حد کی سزا جاری کرنا حدیث کی رو سے ممنوع ہے چنانچہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد مبارک ہے :مَن بَلَغَ حَدًّا فِيغَيرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ المعتَدِينَ[7]" جو حد کی سبب کے بغیر حد والی سزا جاری کرے تو وہ زیادتی کرنے والوں میں سے ہے"۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان اور سرکش بیوی کو فرمان بردار بنانے کے لئے مناسب سرزنش کی اجازت دے رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہے:وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا[8]

"اور جن عورتوں کی بدخوئی کا تمہیں ڈر ہو تو ان کو سمجھاؤ(نہ مانیں تو) سونے میں جدا کر دو (پھر بھی نہ مانیں)تو مارو(لیکن ایسا کہ جسم پر نشان باقی نہ رہے اور ہڈی وغیرہ بھی نہ ٹوٹے)پھر اگر تمہاری بات مان لیں تو دوسرے راستے کو تلاش مت کرو"۔

ابو بکر جصاصؒ[9] نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ وعظ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہو، اگر وعظ ونصیحت سے بات بن جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرا حکم "ہجر" کا ہے ہجر کا مطلب چھوڑنا ہے۔ ابن عباسؓ(م:86ھ)، حضرت عکرمہؒ، ضحاکؒ اور سدیؒ کے ہاں اس سے مراد باتوں کا چھوڑ دینا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ کے ہاں جماع کا چھوڑنا مراد ہے اور حضرت مجاھدؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیمؒ کے ہاں اس سے مراد بستروں سے الگ کرنا ہے اگر اس سے بھی کام نہ بنے تو تیسرا حکم مارنے کا ہے لیکن مارنے کے حدود ایسے ہیں کہ زخم نہ آئے اور نہ ہی ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے بلکہ غیر مبرح مارنے کی اجازت ہے جب کہ حضرت عطاءؒ کا قول ہے کہ مسواک وغیرہ سے مارنے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد اصلاح نہ ہونے کی صورت میں ثالثین کو اختیار دے کر صلح کرائی جائے۔[10] اس طرح احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے کہ جس بچے کی عمر دس سال ہو اس کو نماز نہ پڑھنے پر تادیباً مارا جائے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ [11]" بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس سال کی عمر میں (نہ پڑھنے پر) ان کو مارو اور ان کے بستر الگ کرادو"۔

اس طرح کسی مسلمان کو یہودی یا مخنث وغیرہ کہنے سے بھی سزا دینے کا ذکر احادیث مبارکہ میں موجود ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجِلِ:يَايَهُودِيَّ، فَاضرِبُوهُ عِشرِينَ، وَاِذَا قَالَ يَامُخَنَّثُ فَاضرِبُوهُ عِشرِينَ[12]" جب ایک آدمی دوسرے کو "یہودی" یا" مخنث" کہہ دے تو اس کو بیس کوڑے مارو"۔

لہٰذا جن کاموں (گناہوں) کے متعلق شرعی طور پر کوئی مقررہ سزا یا کفارہ نازل نہ ہو ایسے کام کرنے پر

قرآن وحدیث کی رو سے تعزیری سزا دینا جائز ہے۔تعزیر کے ساتھ حد کی ملتی جلتی اصطلاح استعمال ہوتی ہیں لہٰذا دونوں کو سمجھنا اور فرق کرنا ضروری ہے۔ذیل کے سطور میں حد کی تعریف کرکے ان دونوں میں فرق کو بیان کیا جاتا ہے۔

حد کی تعریف

حد کا لغوی معنٰی ہے منع کرنا،جب کہ شرعی اصطلاح میں حد سے مراد وہ مقررہ سزائیں ہیں جو بطورزجر حقوق اللہ کے لئے واجب کی گئی ہیں۔ چنانچہ علامہ حصکفیؒ[13](م:1088ھ)نے فرمایاہے: الْحَدّ ُلُغَةً الْمَنْعُ وَشَرْعًا عُقُوبَةٌ مُقَدَّرَةٌ وَجَبَتْ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى زَجْرًا [14]" حد کا لغوی معنٰی منع کرنا ہے اور شرعی طور پر وہ مقررہ سزا جو بطورزجر اللہ تعالیٰ کے کسی حق کے لئے واجب ہو"۔

حد اور تعزیر میں فرق

حد اور تعزیر میں بنیادی طور پر فرق پایا جاتا ہے۔ذیل کے سطور میں اس فرق کو بیان کیا جاتا ہے۔

1. حد کے ثابت ہونے کے بعد قاضی کے لئے شریعت کی طرف سے مقرر کردہ سزا کا جاری کرنا واجب ہوجاتا ہے،اس میں قاضی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں رہتا جب کہ تعزیر میں قاضی حالات اور افراد کو دیکھ کر سزا میں کمی بیشی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔
2. حد ثابت ہونے کے بعد اس میں معافی،سفارش یا اسقاط مؤثر نہیں ہوتا جب کہ تعزیر میں یہ تینوں اثر انداز ہوسکتے ہیں۔
3. حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں جب کہ تعزیر شبہات کے باوجود ختم نہیں ہوتا۔
4. حد نابالغ بچے پر جاری نہیں ہوسکتا جب کہ تعزیر کے لئے صرف عقل ضروری ہے نہ کہ بلوغت۔
5. حدود صرف اقرار یا مستند گواہی سے ثابت ہوتے ہیں جب کہ تعزیر شہادتِ سماعی،قسم اور عورتوں کی گواہی سے بھی ثابت ہوسکتا ہے۔[15]

تعزیر کے مقاصد

تعزیر درج ذیل مقاصد کی وجہ سے مشروع ہے:

1: مجرم کو دوبارہ جرم سے منع کرنا:

تعزیر کے مقصد کے متعلق الموسوعۃ الفقہیہ میں لکھا گیا ہے: وَالزَّجْرُ مَعْنَاهُ: مَنْعُ الْجَانِي مِنْ مُعَاوَدَةِ الْجَرِيمَةِ [16]"زجر کا مطلب مجرم کو دوبارہ جرم کرنے سے باز رکھنا ہے"۔

2: جرائم پیشہ عناصر کی حوصلہ شکنی اور تنبیہ کرنا تاکہ عوام الناس ان کے ضرر سے بچ جائیں۔

اس بارے میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں لکھا ہے: اَلمقصَدُ الاَصلِی مِن شَرعِهِ الاِنزِجارَ عَما يَتَضَرُرُ بِهِ العِبَادُ [17]"تعزیر کے جائز ہونے کا اصلی مقصد لوگوں کو ضرر پہنچانے والے عناصر کی توبیخ اور زجر ہے"۔

3: مجرم کا اصلاح حال اور تادیب و تطہیر: تعزیر سے مقصود یہ ہے کہ مجرم کی اصلاح ہو جائے اور کچھ آداب سیکھ کر گناہ سے پاک ہو جائے، محض عذاب دینے یا آدمی کو بے عزت کرنے کے لئے تعزیر مشروع نہیں ہے۔[18] چنانچہ علامہ زیلعیؒ[19] فرماتے ہیں: شَرَعَ فِي الزَّوَاجِرِ غَيْرِ الْمُقَدَّرَةِ إذْ هُوَ مُحْتَاجٌ إلَيْهِ لِدَفْعِ الْفَسَادِ كَالْحُدُودِ وَهُوَ تَأْدِيبٌ دُونَ الْحَدِّ وَأَصْلُهُ مِنْ الْعَزْرِ بِمَعْنَى الرَّدِّ وَالرَّدْعِ [20]

"تعزیر (غیر معین سزاؤں) کو یہاں سے بیان کیا کہ فساد کو ختم کرنے کے لئے حدود کی طرح اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس کا مقصد حد سے کم درجے میں تادیب کرنا ہے اور اس کا اصل "عزر" سے ہے جس کا معنیٰ دفع کرنے اور منع کرنے کے ہیں"۔

تعزیر بالمال کا تعارف اور اس کی شرعی حیثیت:

تعزیر بالمال کا مطلب "مالی جرمانہ" ہے کہ مجرم کو مالی طور پر جرمانہ کیا جائے۔ تعزیر کے باب میں یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تعزیر بالمال کے مسئلہ میں علامہ ابن عابدین الشامیؒ[21] نے امام ابو یوسفؒ (م182ھ) کے علاوہ تمام ائمہ کرام کا قول عدم جواز کا نقل کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے جواز والے قول کو ضعیف اور غیر مفتیٰ بہ قرار دیا ہے تاہم بزازیہ کے حوالے سے علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام کسی مجرم سے تعزیر میں مال لے سکتا ہے لیکن خود استعمال نہیں کر سکتا بلکہ مجرم کی توبہ اور اصلاح کے بعد اس کو واپس کرے گا اور اگر مجرم کی اصلاح سے ناامید ہو تو رفاہی کاموں میں اس کو خرچ کر سکتا ہے اور بڑی تفصیل کے بعد انہوں نے خلاصہ کلام یہ نقل کیا ہے: وَالحَاصِلُ أَنَّ المذهَبَ عَدمُ التَّعزِيرِ بِأَخذِ المالِ [22]

"خلاصہ یہ کہ صحیح مذہب تعزیر میں مال لینے کے عدم جواز کا ہے"۔ البتہ علاء الدین طرابلسیؒ[23] نے معین الحکام میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے وہ کہتے ہیں:

يَجُوزُ التَّعْزِيرُ بِأَخْذِ الْمَالِ وَهُوَ مَذْهَبُ أَبِي يُوسُفَ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ، وَمَنْ قَالَ: إِنَّ الْعُقُوبَةَ الْمَالِيَّةَ مَنْسُوخَةٌ فَقَدْ غَلطَ عَلَى مَذَاهِبِ الْأَئِمَّةِ نَقْلًا وَاسْتِدْلَالًا[24]"مالی جرمانہ جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام مالک (م:179ھ) کا یہی مذہب ہے اور جو کہتے ہیں کہ مالی سزا منسوخ ہے تو انہوں نے ائمہ کے مذاہب کو نقل کرنے اور دلیل پکڑنے میں غلطی کی ہے"۔

یہی مؤقف علامہ خالد سیف اللہ رحمانی (معاصر فقیہ جن کی فقہی تحقیقات کافی زیادہ ہیں) نے قاموس الفقہ میں اختیار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اِس وقت اسلام کے قانون حدود و تعزیرات کے فقدان کی وجہ سے بہت سے مسائل جو سماجی طور پر حل کئے جاتے ہیں اور چھوٹی وحد تیں بعض منکرات کا مقابلہ کر رہی ہے ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ مالی جرمانوں کے ذریعے وہاں جرائم کی روک تھام کی سعی کرلیں۔ یوں بھی عملاً اس زمانے میں مالی تعزیرات کی بڑی کثرت ہوگئی ہے اور ریلوے، بس اور ٹریفک وغیرہ میں کثرت سے اس کا تعامل ہے"۔[25]

نجی سطح پر فیصلہ کرنے کا شرعی دائرہ کار:

نجی سطح پر فیصلے کرنا شرعی طور پر تحکیم کے ضمن میں آتا ہے، اس کے دائرہ کار کے متعلق فقہ حنفی کی مشہور متن ہدایہ میں لکھا گیا ہے:

وَلَا يَجُوزُ التَحكِيمُ فِي الحُدُودِ لآنَهُ لاَ وِلَايَة لَهُمَا عَلٰى دَمِهِمَا وَلِهٰذَا لَايَملِكَانِ الآبَاحَةَ فَلَا يُستَبَاحُ بِرَضَاهُمَا قَالُوا: وَتخصِيصُ الحُدُودِ وَالقِصَاصِ يَدُلُ عَلٰى جَوَازِ التَحكِيمِ فِي سَائِرِ المجتَهَدَاتِ كَالطَلَاقِ وَالنِكَاحِ وَغَيرِهِمَا وَهُوَ الصَحِيحُ إِلَا أَنَهُ لَايُفتٰى بِهِ[26]

" حدود اور قصاص میں تحکیم (ثالث بنانا) جائز نہیں اس لئے کہ ان دونوں کو اپنے خون پر خود ولایت حاصل نہیں اس وجہ سے ان کے لئے اپنے خون کا مباح کرنا بھی جائز نہیں اور نہ ان کی رضامندی سے مباح ہو سکتا ہے"۔

فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ حدود اور قصاص کی تخصیص اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دوسرے مسائل جیسے طلاق، نکاح وغیرہ میں تحکیم جائز ہے اور یہی بات صحیح ہے لیکن اس پر فتوی نہیں دیا جاتا۔

اس کی تفصیل میں صاحب عنایہ (م:786ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوزُ التَّحْكِيمُ فِي الْحُدُودِ الْوَاجِبَةِ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَاتِ؛ لِأَنَّ الْإِمَامَ هُوَ الْمُتَعَيِّنُ لِاسْتِيفَائِهَا، وَأَمَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ وَالْقِصَاصِ فَقَدْ اخْتَلَفَتْ الْمَشَايِخُ، قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ مِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ التَّحْكِيمُ فِي حَدِّ الْقَذْفِ وَالْقِصَاصِ جَائِزٌ. وَذَكَرَ فِي الذَّخِيرَةِ عَنْ صُلْحِ الْأَصْلِ أَنَّ التَّحْكِيمَ فِي الْقِصَاصِ جَائِزٌ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيفَاءَ إلَيْهِمَا وَهُمَا مِنْ حُقُوقِ الْعِبَادِ فَيَجُوزُ التَّحْكِيمُ كَمَا فِي الْأَمْوَالِ، وَذَكَرَ الْخَصَّافُ أَنَّ التَّحْكِيمَ لَا يَجُوزُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ، وَاخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ (27) ۔"وہ حدود جو اللہ تعالی کے حق کے طور پر واجب ہوں، اُن میں روایات کے اتفاق کے ساتھ تحکیم جائز نہیں اس لئے کہ اُن کے حصول کے لئے امام (حاکم وقت) متعین ہے اور حد قذف اور قصاص میں مشائخ عظام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، شمس الائمہ نے فرمایاہے: کہ احناف میں سے بعض حضرات نے حد قذف اور قصاص میں تحکیم کو جائز کہاہے اور ذخیرہ (نامی کتاب) میں اصل (مبسوط) کے صلح سے نقل کیا گیا ہے کہ قصاص میں تحکیم جائز ہے اس لئے کہ اس کی وصولی ان ہی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور یہ حقوق العباد میں سے ہیں۔ لہذا ان میں دوسرے اموال کی طرح تحکیم جائز ہے۔ امام خصافؒ نے فرمایاہے: کہ حدود اور قصاص میں تحکیم جائز نہیں اوراسی قول کو صاحب ہدایہؒ نے بھی اختیار کیاہے"۔

خلاصہ یہ کہ نجی سطح پر حدود و قصاص کے فیصلے کرنا درست نہیں البتہ حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے معاملات میں نجی سطح پر فیصلے کرنا شرعاً درست ہیں۔

پختون معاشرے میں مالی سزا کی عملی صورتیں

پختون معاشرے کے اندر مختلف قسم کے مسائل حل کرنے میں درج ذیل مروجہ فیصلے سزا پر مبنی ہوتے ہیں۔ نیچے سطور میں ان فیصلوں کا ذکر کیا جاتا ہے اوران کی شرعی حیثیت کی بھی وضاحت کی جاتی ہے۔

۱: ایک فریق کے ذمے رقم کی ادائیگی لازم کرنا

۲: جارح کا زخمی فریق کو تاوان، مرہم پٹی، ڈاکٹر فیس یعنی اخراجات ادا کرنا

۳: فریقین میں صلح کر کے ارد گرد کے علاقے والے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا

۴: زخمی کرنے میں جو اسلحہ وغیرہ استعمال ہوا ہے وہ مجروح فریق کو دے دینا

۵: فصل کو نقصان پہچانے اور چوری کا فیصلہ کرنا

مذکورہ فیصلوں کی شرعی حیثیت

۱:ایک فریق کے ذمے رقم کی ادائیگی لازم کرنا

عام طور پر پختون معاشرے میں دیکھا جاتا ہے کہ جرگہ فریقین کے مابین صلح کرکے ایک فریق کے ذمے کچھ رقم لازم کردیتا ہے جس کو عموما "بدلِ صلح" کا نام دیا جاتا ہے۔ کسی ایک فریق کے ذمے مال کی ادائیگی لازم کرکے فیصلہ کرنا عموماً قتل، زخم اور زمین کے شفعہ کے معاملات میں کیا جاتا ہے۔ ذیل میں ان تینوں معاملات کے اندر کسی ایک فریق کو رقم دینے کا پابند کرنے کی شرعی طور پر وضاحت کی جاتی ہے۔

قتل کی صورت میں رقم کے ذریعے فیصلہ کرنے کی شرعی حیثیت:

شرعی طور پر قتل کی صورت میں فریقین کی رضامندی سے ثالثین کے لئے مال پر صلح کرانا جائز ہے عموماً وہ مال "بدلِ صلح" یا "تعزیر بالمال" کے ضمن میں آتا ہے اور اسی کو عرف عام میں دیت کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ وہ شرعی دیت نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس مال میں شرعی دیت کے وجوب کے تقاضے اور شرائط پورے نہیں ہوتے، چنانچہ دنیوی سزا کے طور پر قتل عمد کے قاتل کو بطور قصاص (بدلے کے طور پر) قتل کیا جائے گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى [28] "اے ایمان والو! قتل کی صورت میں تم پر قصاص (بدلہ لینا) فرض کیا گیا ہے۔ شریعت مطہرہ نے تمام ورثائے مقتول کو "قصاص" کے حق میں شریک کیا ہے جیسا کہ میراث کے مال میں سب شریک ہوتے ہیں۔[29] یعنی اگر مقتول کا کوئی وارث ہو تو قصاص لینے کا حق اسی کا ہوگا کہ چاہے تو قصاص لے لے یا معاف کرلے چونکہ قصاص کا حق سب ورثائے مقتول کو حاصل ہوتا ہے، اس لئے اگر ورثائے مقتول میں سے بعض ورثاء قاتل کو معاف کرلیں تو ایسی صورت میں قصاص کا حکم تمام ورثاء کے حق میں ساقط ہو جائے گا یعنی اگر اولیائے مقتول دو یا زیادہ ہوں اور ان میں سے ایک قاتل کو معاف کردیں تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ معاف کرنے والے کا حصہ معاف کرنے سے ساقط ہوگا اور باقی شرکاء کا حصہ مجبوراً ساقط ہوگا کہ قصاص کو ایک ہونے کی وجہ سے تقسیم نہیں کیا جاسکتا کہ بعض کے لئے تو قصاص لیا جائے اور بعض کے لئے چھوڑا جائے لہٰذا اصحابہ کرام کے اجماع کے ساتھ دوسروں کا حقِ قصاص "مال" میں تبدیل ہو جائے گا۔[30]

یہ بات تو متعین ہے کہ قصاص کے ساقط ہونے سے مال لازم ہو گا لیکن وضاحت طلب امر یہ ہے کہ قصاص کے ساقط ہونے کی صورت میں دیت [31] لازم ہے یا وہ مال جس پر صلح ہو جائے؟ تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اولیائے مقتول قاتل کے ساتھ صلح نہ کریں اور ان میں سے ایک یا زیادہ نے قاتل کو معاف کیا ہے تو ایسی صورت میں قاتل کو قتل کرنا جائز نہیں اور قاتل کے ذمے دیت کی ادائیگی لازم ہے اس میں معاف کرنے والوں کا حصہ نہیں ہو گا اور باقی ورثاء کو میراث کے حصے کے بقدر دیت میں حصہ مل جائے گا۔[32] اس طرح فریقین اگر صلح پر راضی ہو جائیں اور مال کے بدلے صلح کر لیں تو بھی جائز ہے اور اگر دیت پر صلح کر لیں تو ایسا کرنا بھی ان کے لئے جائز ہے [33] کہ وہ کسی عوض پر حق قصاص سے دست بردار ہو جائیں۔

البتہ "بدلِ صلح" یا مالی جرمانے پر فیصلہ کرنے کی صورت میں ثالثین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ "بدل صلح" یا مالی جرمانہ مقررہ شرعی دیت سے زائد مقدار میں نہ ہو اگرچہ ایسا کرنا جائز ہے لیکن معاشرے میں عرف بن جانے سے لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے مقررہ تخفیف کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ قصاص کے بدلے میں جو مال لیا جارہا ہو اس میں تمام ورثاء کا حق ہوتا ہے اس لئے ہر وارث کو اس کے مقررہ شرعی حصے کے بقدر دینا واجب ہے [34]۔

اس طرح قتل عمد کے علاوہ صورتوں میں اگر قاتل کے ساتھ مال کے بدلے اولیائے مقتول کی رضامندی سے صلح ہو جائے تو ایسی صلح جائز ہے لیکن شریعت نے اس میں ایک شرط رکھی ہے کہ یہ صلح اگر دیت کی مذکورہ مقداروں میں سے کسی ایک پر ہو تو اس میں دیت پر زیادتی کرنا جائز نہیں البتہ اگر جنس الگ ہو تو اس میں زیادتی کی گنجائش ہے چنانچہ فتاویٰ ھندیہ میں ہے: لَوْ صَالَحَ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ الدِّيَةِ لَا يَجُوزُ، وَهَذَا إذَا صَالَحَ عَلَى أَحَدِ مَقَادِيرِ الدِّيَةِ أَمَّا إذَا صَالَحَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ جَازَتْ الزِّيَادَةُ [35]

"اگر دیت سے زیادہ مال پر صلح کر لیں تو یہ جائز نہیں اور یہ اس وقت ہے جب صلح دیت کی متعینہ مقداروں میں سے کسی ایک مقدار پر ہو، ہاں اگر دوسری جنس پر ہو تو اس میں زیادتی جائز ہے"۔

لہٰذا اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ قتل "شبہ عمد یا خطا" میں دیت کے لیے شرعی طور پر متعینہ اشیاء (اونٹ، سونا اور چاندی) یا اس کی قیمت پر زیادتی کر کے صلح کرنا جائز نہیں البتہ اگر بدل صلح میں ان اشیاءِ دیت کے بجائے زمین وغیرہ دے دی جائے چاہے وہ زمین دیت کی مقررہ اجناس سے زیادہ قیمتی ہو تو بھی ایسی صلح جائز

ہے۔ اس قسم کی صلح کا جواز اس وقت ہے جب قتل قاتل کے اقرار سے ثابت ہو اور قاتل بدلِ صلح اپنے مال سے ادا کرتا ہو اور اگر عین دیت (دیت کی مقررہ اشیاء) پر فیصلہ ہوا ہو تو نجی سطح کا وہ فیصلہ شرعاً جائز نہیں اس لئے کہ نجی فیصلہ کی شرعی حیثیت تحکیم کی ہے اور تحکیم میں حکم کا فیصلہ ان افراد پر نافذ ہوتا ہے جنہوں نے حکموں (ثالثین) کو فیصلہ کا اختیار دیا ہو۔ چونکہ شریعت نے دیت کی ادائیگی میں قاتل کے ساتھ اس کے عاقلہ (36) کو بھی شریک کیا ہے جب کہ دیت کے فیصلے میں ثالثین کو عاقلہ نے اختیار نہیں دیا اس وجہ سے ان پر وہ فیصلہ جاری نہیں ہو گا اور اگر عاقلہ کے بجائے دیت کا فیصلہ صرف قاتل کے حق میں ہو کہ وہی اپنے مال سے دیت کو ادا کرے گا تو یہ فیصلہ بھی جائز نہیں کہ وہ شرعی احکامات کے خلاف ہے کہ شریعت نے دیت کی ادائیگی صرف قاتل پر نہیں رکھی بلکہ عاقلہ کو اس میں شریک کیا ہے۔ جیسے ہدایہ میں لکھا ہے:

وَاِن حَكَّمَا فِي دَمٍ خَطَأٍ فَقَضىٰ بِالدِّيَة عَلىٰ العَاقِلَةِ لَم يَنفَذ حُكمُه لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَه عَلَيهِم اِذ لاَ تَحكِيمَ مِن جِهَتِهِم وَلَو حَكَّمَ عَلىٰ القَاتِلِ بِالدِّيَةِ فِى مَالِهِ رَدَّهُ القَاضِى وَيَقضِى بِالدِّيَةِ عَلىٰ العَاقِلَةِ لِأَنَّهُ مُخَالِفٌ لِرَأيِهِ وَمُخَالِفٌ لِلنَّصِّ أَيضَاً اِلَّا اِذَا ثَبَتَ القَتل بِأِقرَارِهِ لِأَنَّ العَاقِلَةَ لاَ تَعقِلُهُ (37)

" اگر قتل خطا میں (ثالثوں نے) عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کیا تو وہ فیصلہ نافذ نہ ہو گا اس لئے کہ عاقلہ پر ان کو ولایت حاصل نہیں کیونکہ عاقلہ نے ان کو ثالث نہیں بنایا اور اگر قاتل پر ہی دیت کی ادائیگی کا فیصلہ ہو تو قاضی ایسے فیصلے کو رد کرے گا اور عاقلہ پر دیت کی ادائیگی کا فیصلہ کرے گا اس لئے کہ یہ قاضی کی رائے اور شرعی نصوص کے خلاف ہے۔ ہاں اگر قتل، قاتل کے اقرار سے ثابت ہو (تو وہ فیصلہ درست ہے) اس لئے کہ عاقلہ اقرار کے ذمہ دار نہیں ہے"۔

خلاصہ کے طور پر یہ بات ملحوظ نظر رہے کہ شریعت نے یہاں تین باتوں کو بیان کیا ہے:

1: اگر شبہ عمد یا خطا میں اثباتِ قتل، قاتل کے اقرار سے ہوا ہو اور اس کی بنیاد پر صلح کر کے "بدل صلح" کا فیصلہ کیا جائے چاہے "بدل صلح" دیت ہو یا اور کوئی چیز تو اس کی ادائیگی صرف قاتل پر ہے اور پختون معاشرے کا ایسا مروجہ فیصلہ شرعاً جائز رہے گا۔ (38)

2: اگر شبہ عمد یا خطا میں صلح ہو جائے اور صلح کے بدلے میں کچھ مال یا دیت واجب ہو جائے تو بدل صلح کی ادائیگی قاتل اور صلح کرنے والوں کے ذمے ہے اس میں عاقلہ پر کچھ نہیں (39)

3: اگر شبہ عمد یا خطا میں فیصلہ قاتل کے اقرار یا صلح کی بنیاد پر نہ ہو تو اس صورت میں پختون معاشرے کا مروجہ فیصلہ شرعاً نافذ نہیں ہو گا۔ (40)

۲۔ جارح کا زخمی فریق کو تاوان، مرہم پٹی، ڈاکٹر فیس یعنی اخراجات ادا کرنا، شرعی تناظر میں

پختون معاشرے کے اندر زخم کے معاملے میں جارح فریق کو کچھ رقم کی ادائیگی کا پابند بنایا جاتا ہے جس کے ضمن میں جارح کا زخمی فریق کو تاوان دینا، جارح کا زخمی فریق کو مرہم پٹی، ڈاکٹر فیس یعنی اخراجات ادا کرنا وغیرہ فیصلے کئے جاتے ہیں ایسے فیصلوں کی شرعی حیثیت ذیل کے سطور میں بیان کی جاتی ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں ایسے مقدمات جو انسانی اعضاء کو نقصان پہنچانے کی ضمن میں آتے ہیں، ان کو "جنایۃ علیٰ مادون النفس" (قتل سے کم درجہ کا جرم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے جرائم چار قسم کے ہو سکتے ہیں:

۱: اعضاء کا کاٹنا ۲: اعضاء کی منفعت کا فوت ہو جانا اگرچہ عضو باقی ہو

۳: سر اور چہرے کے زخم ۴: باقی اعضاء کے زخم

شریعت مطہرہ نے مذکورہ جرائم کے لئے چار قسم کی سزائیں بیان کی ہیں جن کی تنفیذ کے لئے اپنے اپنے شرائط ہیں، وہ سزائیں درج ذیل ہیں:

۱: قصاص (یعنی بدلہ لینا) ۲: دیت کا لازم ہونا

۳: وہ ارش (تاوان) جس کی مقدار شرعاً مقرر ہو

۴: وہ ارش (تاوان) جس کی مقدار شرعاً مقرر نہ ہو بلکہ مناسب فیصلہ کے بعد اس تاوان کا تعین کیا جاتا ہو۔

کن کن جرائم میں قصاص لیا جاتا ہے؟ دیت اور ارش کہاں کہاں لازم ہوتی ہے؟ اس تفصیل کے بجائے ہم اس مضمون میں صرف یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ شرعی طور پر ان چار قسم سزاؤں کی جگہ صرف مالی تاوان پر فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ پختون معاشرے میں عموماً کیا جاتا ہے کہ جارح فریق کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ مجروح فریق کو کچھ رقم بطور تاوان یا جرمانہ کے ادا کریں گے۔

چنانچہ شریعت مطہرہ نے جن جنایات کا موجب قصاص مقرر کیا ہے کہ ایسے جنایات کے وقوع میں جارح سے قصاص لیا جائے گا وہاں مجروح اور زخمی فریق کو معاف کرنے اور صلح کرنے کا اختیار بھی دیا ہے اور اگر

وہ قصاص کے بجائے جارح کو بغیر عوض کے معاف کرنا چاہے تو یہ بہت اولیٰ اور فضیلت کی بات ہے البتہ عوض لے کر صلح کرنا بھی زخمی فریق کے لئے جائز ہے۔

اس صورت میں پختون معاشرے میں رائج زخموں کے متعلق وہ فیصلے جن میں قصاص واجب ہو، جارح فریق پر تاوان مقرر کرکے مجروح فریق کی رضامندی سے صلح کرانا جائز رہے گا چنانچہ انسان کے شخصی حقوق کے متعلق لکھا گیا ہے:

أَلأَصلُ أَنَّ جَمِيعَ الحُقُوقِ الشَّخصِيَّةِ تُقبَلُ الأِسقَاطَ بِخِلاَفِ الأَعيَانِ كَحَقِّ القِصَاصِ وَحَقُّ الشُّفعَةِ وَحَقُّ الخِيَارِ، وَإسقَاطُ الحَقِّ اِمَّا أَن يَّكُونَ بِعِوَضٍ أَوبِغَيرِعِوَضٍ (41)

" صحیح قول یہ ہے کہ اعیان کے علاوہ انسان کی شخصی حقوق کو اس کی مرضی سے ساقط کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ قصاص، شفعہ اور خیار کے حق کو ساقط کرنا اس کی مرضی سے جائز ہے چاہے عوض کے بدلے ہو یا بغیر عوض کے۔ اس طرح زخموں کے صلح کے متعلق لکھا گیا ہے:

وَيَجُوزُ الصُّلحُ بِإتِّفَاقِ المَذَاهِبِ الأَربَعَةِ عَنِ القِصَاصِ فِي النَّفسِ وَمَادُونَ النَّفسِ مِنَ الأَعضَاءِ لِأَنَّ القِصَاصَ حَقٌّ لِلأِنسَانِ، فَالصُّلحُ يَجُوزُ حِينَئِذٍ، سَوَاءٌ كَانَ بَدَلُ الصُلحِ عَيناً أَم دَينًا (42)

"قصاص فی النفس (قتل) اور اس سے کم یعنی اعضاء کے زخموں میں صلح کرنا مذاہب اربعہ کی رو سے جائز ہے اس لئے کہ قصاص انسان کا حق ہے اس وجہ سے صلح کرنا بھی جائز ہے چاہے بدل صلح کچھ بھی ہو"۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پختون معاشرے میں رائج زخموں کے متعلق وہ فیصلے جن میں قصاص کے بدلے جارح فریق پر صلح کے طور پر تاوان ادا کرنے کو لازم کیا گیا ہو، جائز رہیں گے بشرطیکہ زخمی فریق راضی ہو۔

خلاصہ یہ کہ زخموں کے جنایات میں اگر قصاص کے شرائط پورے ہو سکتے ہیں تو وہاں قصاص واجب ہوتا ہے البتہ قصاص لینا فریق ثانی کا شرعی حق ہے اور وہ اس حق کو معاف کرنے یا اس کے بدلے صلح کرکے عوض لینے کا اختیار رکھتے ہیں تاہم قصاص کا جاری کرنا حاکم اور قاضی کا کام ہے۔ جرگہ یا کمیٹی وغیرہ کے اراکین کے لئے قصاص کے فیصلے کرنا درست نہیں کہ وہ جارح فریق سے قصاص لینے کا فیصلہ کرلیں۔

اس کے علاوہ ایسے جنایات جن میں شریعت نے دیت یا کسی قسم کا تاوان چاہے مقرر کیا ہو یا نہیں، ان جنایات میں مال کے ذریعے صلح کرنا جائز ہے کہ شریعت نے اس بندے کو دیت و تاوان لینے یا معاف

کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس طرح صلح کر کے بدلِ صلح لینے کا بھی اختیار ہے جس کی واضح مثال قتلِ عمد اور خطا میں اوپر بیان کی گئی ہے کہ جب قتلِ عمد کے قصاص اور قتل خطاء کی دیت میں صلح کر کے مال لینا جائز ہے تو اعضاء کے قصاص اور دیت میں بطریقِ اولیٰ جائز رہے گا۔

پختون معاشرے میں زخموں کی صورت میں عام طور پر یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ جارح فریق زخمی کے علاج معالجے کے تمام اخراجات برداشت کرے گا، اس کو پختون معاشرے میں "پٹی" کہتے ہیں۔ زخم کے علاج پر اٹھنے والے مالی اخراجات (جن میں ادویات، ڈاکٹروں کی فیس، ہسپتال کے خرچے اور دوسرے تمام مصارف داخل ہیں) کو بطور تاوان واجب قرار دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور اس طریقے کی تائید علامہ وہبۃ الزحیلی (جو موجودہ زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے حال ہی میں ان کی وفات ہوئی ہے) نے بھی کی ہے کہ ہمارے زمانے کے لحاظ سے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

رُبَمَا كَانَت أَنسَبُ الطُّرُقِ فِي عَصرِنَا، وَهِيَ أَن تَقدِرَ الجِنَايَةَ بِمِقدَارِ مَا يَحتَاجُ إِلَيهِ المجني عَلَيهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَأُجرَةُ الطَّبِيبِ وَالأَدوِيَةِ إِلى أَن يَبرَأَ[43] "ہمارے زمانے میں زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ زخمی شخص کے صحت مند ہونے تک کے اخراجات، ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کی فیسیں اور ادویات کی قیمت لگا کر جنایت کرنے والے سے لے لی جائیں"۔

۳: فریقین میں صلح کر کے ارد گرد کے علاقے والے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا

پختون معاشرے میں مختلف قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے "جرگہ" اپنی پختون روایات کو برقرار رکھتے ہوئے عمومی طور پر فیصلہ کے دن جارح فریق کو پابند کرتا ہے کہ وہ گاؤں، علاقے کے لوگوں کے لئے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرے گا اس کے لئے عام طور پر چاول اور گوشت یا بھیڑ دنبوں کی مقدار و تعداد متعین کی جاتی ہے اور ایک خاص متعین کردہ دن کو لوگ اس کھانے میں شریک ہوتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے جرگہ (ثالثین) اگر فریقین کی رضامندی سے ایسا فیصلہ کر لیں تو یہ بھی صلح کا حصہ ہو کر جائز رہے گا کہ صلح میں گنجائش زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض صورتوں میں دیت سے زیادہ مقدار پر بھی صلح کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اس کھانے وغیرہ کو تعزیر بالمال کے ضمن میں بھی لیا

جاسکتا ہے اور تعزیر بالمال (مالی جرمانے) کے متعلق بحث ابتداء میں گذر چکی ہے کہ تعزیر بالمال (مالی جرمانہ) لگا کر فریقین میں صلح کرنا جائز ہے۔[44]

۴: زخمی کرنے میں استعمال شدہ اسلحہ زخمی فریق کو دے دینا

پختون معاشرے میں "جرگہ" بسا اوقات یہ فیصلہ بھی کرتی ہے کہ زخمی کرنے میں جارح فریق جو اسلحہ استعمال کر چکا ہے وہ زخمی فریق کے حوالے کرے گا، یہ فیصلہ بھی تعزیر بالمال اور بدل صلح کے تحت جائز قرار دیا جاسکتا ہے کہ یا تو اسلحہ حوالے کرنا تعزیراً ہو گا تو تعزیر بالمال کے جواز کی وجہ سے جائز رہے گا اور اگر زخمی فریق صلح کے لئے یہ شرط لگالے اور جارح فریق راضی ہو جائے تو اس صورت میں بدل صلح ہو کر بھی جائز رہے گا۔

۵: جرمانہ لگا کر مالی نقصان پہچانے اور چوری کا فیصلہ کرنا

شریعت مطہرہ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی جان ومال کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا کسی کے مال، کھیت یا فصل وغیرہ کو نقصان پہنچانا یا کسی کے مال، فصل وغیرہ کو چوری کرنا شرعی اور اخلاقی طور پر جرم تصور کیا جاتا ہے۔ چوری کی صورت میں شریعت نے چور کی سزا بطور "حد" ہاتھ کاٹنے کی بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ[45]

"چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے عمل کی سزا اور اللہ کی طرف سے تنبیہ ہے"۔

مذکورہ مسئلے میں نجی فیصلے کا اختیار اور مروجہ فیصلے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ حد جاری کرنے کا اختیار عوام الناس کو نہیں ہے۔ اس کے اجراء لئے قاضی یا امام کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ پختون معاشرے میں نقصان کرنے اور چوری کرنے کا معاملہ "جرگہ سسٹم" کے ذریعے حل کیا جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جرگہ مالی نقصان دینے والے پر نقصان کی تلافی لازم کرتی ہے اور چوری کرنے والے پر چوری کا سامان یا متبادل کی واپسی اور ننواتے (معافی

مانگنا) کرنا لازم کرتی ہے کہ وہ مسروقہ خاندان کی چاردیواری کی ہتک کا مرتکب ہوا ہے۔اس لئے وہ معافی مانگنے کے ساتھ بطور جرمانہ بھی کچھ ادا کرے گا۔

مذکورہ فیصلوں کی شرعی حیثیت

شریعت مطہرہ میں کسی کا مالی نقصان کرنے والے کے ذمے اس کی تلافی ضروری ہوتی ہے۔ نقصان اور چوری کرنے والے پر "جرگہ" کچھ تاوان بطور تلافی لازم کرتی ہے۔ اس کے متعلق شرعی تعلیمات یہ ہیں کہ نقصان کی صورت میں تو صلح کرکے تاوان لینا جائز ہے جب کہ چوری کی صورت میں اگر چوری شدہ مال چور کے پاس موجود ہو تو مالکان کی اجازت کے بغیر جرگہ کے لئے صلح کرکے دوسری چیز لینا جائز نہیں اور اگر چور کے پاس چوری شدہ مال موجود نہ ہو، بلکہ وہ اس کو ضائع کر چکا ہو تو ایسی صورت میں صلح کرکے بدل لینا جائز ہے البتہ اراکین جرگہ کے لئے ضروری ہے کہ چور پر چوری کردہ مال کے مناسب قیمت لازم کرے۔ مال مسروقہ سے کمی نہیں کرنی چاہیے اور ہتک چاردیواری کے طور پر بھی صلح کی صورت میں جرگہ کے لئے چور پر کچھ لازم کرنا جائز ہے۔ چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

فَإِنْ كَانَ الْمَسْرُوقُ قَائِمًا بِعَيْنِهِ لَمْ يَجُزْ الصُّلْحُ إلَّا بِإِجَازَةِ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ مُسْتَهْلَكًا جَازَ مِنْ غَيْرِ إجَازَةِ أَرْبَابِهَا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ الصُّلْحُ عَلَى دَرَاهِمَ وَأَنْ لَا يَكُونَ فِيهِ طَرْحٌ كَثِيرٍ مِنْ الْقِيمَة" [46]

"اگر مال مسروقہ چور کے پاس بعینہ موجود ہو تو مالکان کی اجازت کے بغیر اُس پر صلح کرنا جائز نہیں اور اگر مال مسروقہ ہلاک ہو چکا ہو تو مالکان کی اجازت کے بغیر بھی صلح کرنا جائز ہے جب کہ صلح دراہم پر ہو اور مال مسروقہ کی قیمت سے زیادہ متفاوت نہ ہو"۔

خلاصہ یہ کہ "جرگہ" کے لئے نقصان یا چوری کی صورت میں صلح کرکے بطور بدل صلح یا جرمانہ کے متاثرہ فریق کو رقم وغیرہ دلوانا جائز ہے۔

خلاصہ بحث:

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے مالی جرمانے کی سزا کو جاری کرنا جائز ہے جس کو فقہی زبان میں تعزیر بالمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس طرح یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نجی سطح پر بھی "تعزیر بالمال" کے فیصلے کرکے مسئلے کو ختم کرنا شرعاً جائز ہے گویا ثالثین کو قتل، زخم، چوری اورآبرو یزی کے مسائل میں تعزیر بالمال کے فیصلے کرکے معاملے کو دفن کرنا شرعاً جواز کے زمرے میں آتا ہے۔ چنانچہ قتل عمد کی

صورت میں فریقین کی رضامندی سے ثالثین کے لئے مال پر صلح کرانا جائز ہے۔قصاص کے بدلے میں جو مال لیا جارہا ہو اس میں تمام ورثاء کا حق ہوتا ہے اس لئے ہر وارث کو اس کے مقررہ شرعی حصے کے بقدر دینا واجب ہے۔اس طرح قتل عمد کے علاوہ صورتوں میں اگر قاتل کے ساتھ مال کے بدلے اولیائے مقتول کی رضامندی سے صلح ہو جائے تو ایسی صلح بھی جائز ہے لیکن شریعتِ اسلامی نے اس میں ایک شرط رکھی ہے کہ یہ صلح اگر دیت کی مقررہ اجناس میں سے کسی ایک جنس پر ہو تو اس میں مقررہ دیت پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔البتہ جنس الگ ہو تو اس میں زیادتی کی گنجائش ہے۔

اس طرح زخم کے علاج پر اٹھنے والے مالی اخراجات (جن میں ادویات ،ڈاکٹروں کی فیس، ہسپتال کے خرچے اور دوسرے تمام مصارف داخل ہیں) کو اگر جارح فریق پر بطور تاوان واجب قرار دیا جائے تو یہ بھی شرعاً جائز ہے۔ثالثین اگر فریقین کی رضامندی سے کسی ایک فریق پر کھانا کھلانے کا فیصلہ کرکے صلح کرلیں تو یہ بھی صلح کا حصہ ہو کر جائز رہے گا کہ صلح میں گنجائش زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض صورتوں میں دیت سے زیادہ مقدار پر بھی صلح کیا جاسکتا ہے۔اس طرح اس کھانے وغیرہ کو تعزیر بالمال کے ضمن میں بھی لیا جاسکتا ہے۔

مالی نقصان کی صورت میں "تعزیر بالمال" پر صلح کرکے تاوان لینا بھی شرعاً جائز ہے۔البتہ چوری کی صورت میں اگر چوری شدہ مال چور کے پاس موجود ہو تو مالکان کی اجازت کے بغیر ثالثین کے لئے صلح کرکے دوسری چیز دلوانا جائز نہیں اور اگر چور کے پاس چوری شدہ مال موجود نہ ہو بلکہ وہ اس کو ضائع کرچکا ہو تو ایسی صورت میں صلح کرکے بدل لینا جائز ہے البتہ ثالثین کے لئے ضروری ہے کہ چور پر چوری کردہ مال کے مناسب قیمت لازم کرے۔مال مسروقہ سے کمی نہیں کرنی چاہیے اور ہتک چاردیواری کے طور پر بھی صلح کی صورت میں ثالثین کے لئے چور پر مالی سزا کا لازم کرنا جائز ہے۔

حوالہ جات

1: وحید الزمان کیرانوی، القاموس الوحید: ص1076،مادہ عزر، طبع اول، جون 2001ء ادارہ اسلامیات لاہور۔

2: الزّبیدی، محمّد بن محمّد بن عبدالرزّاق الحسینی، اَبوالفیض، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الھدایہ، بیروت ج13،مادہ ع، ز، ر، ص21۔

3: ایضاً۔

4: ابن نجیم مصری، البحر الرائق، دار لکتاب الاسلامی، بیروت، فصل فی التعزیر، ج5، ص44۔

5: المرجع السابق۔

6: علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی لحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: طبع دوم، 1986ء، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج9، ص270۔

7: أبو بکر البیہقی، احمد بن الحسین بن علی الخراسانی، السنن الکبریٰ طبع سوم، 2003ء دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان باب ماجاء فی التعزیر، ج13، ص146۔

8: سورۃ النساء:34۔

9: امام جصاص: ابو بکر، احمد بن علی الرازی، المشہور بجصاص۔ بغداد میں 305ھ کو پیدا ہوئے، اپنے دور کے امام الاحناف تھے، ان کے اساتذہ میں ابو سہل زجاجؒ، ابو الحسن کرخیؒ وغیرہ فقہاء عصر مشہور ہیں، ان کی تصانیف میں سے مشہور کتب احکام القرآن، شرح مختصر کرخی، شرح مختصر طحاوی، شرح الجامع الکبیر اور کتاب اُصول الفقہ ہیں۔ 370ھ کو ان کی وفات ہوئی۔ (التفسیر والمفسرون: ڈاکٹر محمد سید حسین ذہبی، طبع وسن ندارد مکتبہ وھبۃ، القاہرہ، ج2، ص323)۔

10: احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص، احکام القرآن للجصاص: طبع 1405ھ، داراحیاء التراث العربی بیروت، ج3، ص، 150، 151۔

11: أبو داود سلیمان بن الأشعث سجستانی (المتوفی: 275ھ)، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، باب متیٰ یؤمر الغلام بالصلوٰۃ، حدیث نمبر 495، ج1، ص133۔

12: أبو عبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ بن محمد الطھمانی النیشاپوری المعروف بابن البیع، المستدرک علی الصحیحین، طبع اول، 1990ء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الصلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ، ج1، ص312۔

13: علامہ حصکفی رحمہ اللہ کا اپنا نام محمد بن علی بن محمد بن علی ہے، علاء الدین ان کا لقب ہے الحصنی، الاثری اور الحصکفی سے مشہور ہیں، فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم ہیں، ان کی مشہور تصانیف میں الدرالمختار، شرح الملتقیٰ، شرح المنار، شرح القطر، صحیح بخاری پر تعلیقات اور تفسیر بیضاوی پر تحقیقات وغیرہ مشہور ہیں۔10 شوال 1088ہجری کو 63 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار: ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی، طبع دوم، 1992ء، ج1، دار الفکر بیروت، ص15) ۔

14: امام حصکفی، الدرالمختار، طبع دوم، 1992ء دار الفکر بیروت، کتاب الحدود، ج4، ص3۔

15: ایضاً۔

16: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ، طبع دوم، سن 1427ھ، وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ، الکویت ج12، ص256۔

17: علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، أبو الحسن برھان الدین، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، داراحیاء التراث العرب، بیروت، لبنان ،کتاب الحدود، ج2، ص339۔

18: المرجع السابق، ج12، ص257۔

19: علامہ زیلعی: عثمان بن علی بن محجن بن موسر، فخر الدین، أبو عمر الزیلعی، الصوفی، البارعی ہیں۔ 705 ہجری کو قاہرہ میں درس اور فتویٰ کے خدمات انجام دینے تشریف لائے، بڑے فقیہ تھے۔ 743 ہجری کو وفات پائی۔ (تاج التراجم، أبو الفداء زین الدین أبو العدل قاسم بن قُطلُوبغا السودونی الجمالی الحنفی، تحقیق: محمد خیر رمضان یوسف، طبع اول، 1413ھ، 1992ء، ج1، دار القلم دمشق، ص204)۔

20: عثمان بن علی بن محجن البارعی، فخر الدین الزیلعی الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: طبع اول، 1413ھ، المطبعۃ الکبریٰ الأمیریۃ بولاق، القاہرہ، ج3، ص210۔

21: ابن عابدین شامی کا اپنا نام محمد امین، والد کا نام عمر بن عبدالعزیز دمشقی ہے۔ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ ہیں، الدر المختار علی شرح تنویر الابصار پر ان کی شرح رد المختار بڑی مشہور ہے جو کہ علمی حلقوں میں "شامی" کے نام سے جانی جاتی ہے، 1252ھ کو دمشق میں وفات پاگئے۔ (الأعلام: ج7، ص75)۔

22: الدر المختار، ج6، ص106،105۔

23: علاء الدین الطرابلسی: علاء الدین، أبی الحسن: علی بن خلیل الطرابلسی، الحنفی، القدس کے قاضی تھے۔ 844ھ کو وفات پائی (کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون: مصطفی بن عبد اللہ کاتب جلبی القسطنطینی المشھور باسم حاجی خلیفۃ أو الحاج خلیفۃ، ج1941،1ء مکتبۃ المثنی، بغداد، ص1745۔

24: علاء الدین الطرابلسی، معین الحکام، طبع دوم، 1206ھ، امیر حمزہ کتب خانہ، کوئٹہ، ص231۔

25: خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، مادہ تعزیر، ج2، ص479، زمزم پبلشرز، کراچی۔

26: الہدایہ: ج3، ص108۔

27: محمد بن محمد بن محمود اکمل الدین الرومی البابرتی، العنایہ شرح الھدایہ، ج7، دارالفکر، بیروت، ص318۔

28: سورۃ البقرہ: 178۔

29: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص242۔

30: ایضاً، ج7، ص247۔

31: وہ مال جو پورے نفس یا اعضاء کے بدلے مقرر ہو اس کو دیت کہتے ہیں، فقہ حنفی کی مشہور شرح فتح القدیر میں دیت کی تعریف یہ لکھی گئی ہے:أَلدِيَةُ اِسمٌ لِضَمَانٍ يَجِبُ بِمُقَابِلَةِ الآدَمِيِّ أَو عُضوٌ مِنهُ(فتح القدیر: کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھمام، دارالفکر، بیروت، کتاب الدیات، ج9، ص205)یعنی دیت اس ضمان کا نام ہے جو آدمی یا اس کے عضو کے بدلے واجب ہو جائے۔ دیت کے لئے حضرات فقہائے کرام نے درج ذیل چیزوں کو متعین کیا ہے کہ قاتل ان میں سے کوئی ایک اولیائے مقتول کو ادا کرے گا۔

1: اونٹوں میں سے دیت کی مقدار سو(100)اونٹ 2: سونے میں ایک ہزار دینار (1000) یا اس کے بقدر سونا

3: چاندی میں سے دس(10)ہزار دراہم یا اس کے بقدر چاندی(بدائع الصنائع: ج2 ص309)دیت کی مزید تفصیل آگے صفحات میں قتل شبہ عمد کے تحت آئے گی۔

32: مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مارچ 2001ء، ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی، ج1 ص437۔

33: فتاویٰ ہندیہ جو فقہ حنفی کی ایک مشہور فتاویٰ ہے، اس میں لکھا ہے: يَجُوزُ الصُّلْحُ عَنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا إِلَّا أَنَّهُ لَوْ صَالَحَ فِي الْعَمْدِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ الدِّيَةِ جَازَ، وَيَكُونُ الْمَالُ حَالًّا عَلَى الْجَانِي فِي مَالِهِ(الفتاویٰ الہندیہ: لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، ج4 ص260، طبع دوم، 1310ھ دالفکر بیروت)۔

"قتل عمد اور خطا میں جان کے بدلے یا اس سے کم میں صلح کرنا جائز ہے ہاں اگر قتل عمد میں دیت سے زائد مال پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور قاتل کے ذمے مال کا فوراً ادا کرنا ضروری ہے"۔

34: بدائع الصنائع: ج7 ص242۔

35: فتاویٰ ہندیہ، ج4، ص260۔

36: عاقلہ: عاقل کی جمع ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قاتل کی طرف سے دیت(خون بہا)ادا کرنے والے ہوتے ہیں، یہ ذمہ داری شریعت نے قاتل کے ناصرین اور پشت پناہی کرنے والوں پر ڈال دی ہے کہ وہ قاتل کے ساتھ خون بہا کی ادائیگی میں تعاون کر کے اس کو مزید جرائم سے روک دے۔ عاقلہ میں دو قسم کے لوگ آتے ہیں:

1: اھل الدیوان: جس کا اطلاق موجودہ دور میں ہم پیشہ یا ایک محکمہ کے ملازمین پر ہوتا ہے۔

2: قاتل کے رشتہ دار اور عصبات یعنی جتنے رشتہ دار ہیں والد کی طرف سے یعنی اس کے خاندان والے، چچا اور ان کی اولاد، اس کے بھائی اور ان کی اولاد، اس طرح الاقرب فالاقرب سے ترتیب چلتی رہے گی اور خون بہا کی ادائیگی میں یہ سب لوگ قاتل کے ساتھ تعاون کریں گے۔(الموسوعۃ الفقہیہ کویت، ج29 ص222، مادہ عاقلہ)۔

37: الہدایہ، ج3 ص108۔

38: **علامہ کاسانی لکھتے ہیں:** وَكُلُّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْقَتْلِ الْخَطَأِ أَوْ شِبْهِ الْعَمْدِ تَتَحَمَّلُهُ الْعَاقِلَةُ، وَمَا لَا فَلَا، فَلَا تَعْقِلُ الصُّلْحَ؛ لِأَنَّ بَدَلَ الصُّلْحِ مَا وَجَبَ بِالْقَتْلِ بَلْ بِعَقْدِ الصُّلْحِ، وَلَا الْإِقْرَارَ؛ لِأَنَّهَا وَجَبَتْ بِالْإِقْرَارِ بِالْقَتْلِ لَا بِالْقَتْلِ، وَإِقْرَارُهُ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ لَا فِي حَقِّ غَيْرِهِ(**بدائع الصنائع:** ج7ص255)

"قتل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں واجب شدہ دیت عاقلہ ہی برداشت کرے گی اس کے علاوہ نہیں لہٰذا صلح کو عاقلہ پر لاگو نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ بدل صلح، قتل کی وجہ سے واجب نہیں بلکہ عقد صلح کی وجہ سے واجب ہے۔اس طرح اقرار سے ثابت شدہ قتل کا تاوان بھی عاقلہ پر نافذ نہیں کیا جائے گا کہ وہ بھی قتل کی وجہ سے نہیں بلکہ اقرار قتل کی وجہ سے واجب ہے اور اقرار صرف مقر کے حق میں حجت ہے کسی اور کے حق میں نہیں"۔

39: ایضاً۔

40: الہدایہ ج3ص108۔

41: ایضاً،ج4،ص2847۔

42: ایضاً،ج6،ص4352۔

43: علامہ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ،ج7،باب الجنایات، طبع4، دارالفکر،بیروت،ص5768۔

44: معین الحکام:ص231

45: سورۃ المائدہ:38۔

46: فتاوی ہندیہ:ج4،ص244۔